علمِ دینی و علمِ دنیوی کا موازنہ

ارشادات حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ
رکن اسلامی مشاورتی کونسل پاکستان

خدا کی نگاہ میں حقیقی علم کونسا ہے؟

نضیلتِ علمِ دین پر حضرت علامہ شمس الحق افغانی کا یہ نہایت عالمانہ خطاب کافی عرصہ ہوا دارالعلوم حقانیہ میں طلبہ و اساتذہ دارالعلوم کے مجمع میں ہوا تھا جسے احقر نے قلمبند کرنے کی سعی کی، پھر مسودہ نظروں سے غائب رہا اور حسنِ اتفاق سے کاغذوں کے ڈھیر میں سے نکل آیا۔ اب مدارسِ عربیہ کے تعلیمی سال کے آغاز ماہ شوال کی مناسبت سے اسے قارئین الحق کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے ـــ

ـــ سمیع الحق ـــ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم - قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون -

حضرات! مجھے اس وقت طلبہ نے دو رقعے دیئے ہیں۔ ایک میں یہ ہے کہ علم کی فضیلت بیان کی جائے دوسرے میں یہ کہ آیت ختم اللہ کی تحقیق ہو۔ ان چیزوں کی تفصیل کے لئے فرصت درکار ہے۔ پھر ان سب کے لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی شخصیت موجود ہے۔ مگر صرف اتنا ہے کہ ہر نئے آدمی کی بات سننے کی خواہش ہوتی ہے۔

تقدیر کا مسئلہ تقدیر کا مسئلہ واضح ہے، صرف اسلام کے ساتھ خاص نہیں، اگر کوئی شخص خدا کا منکر ہو تب بھی تقدیر کا مسئلہ ماننے پر مجبور ہوگا۔ میں نے ایک کتاب میں یورپ اور امریکہ کے، افلاسفہ کے ایسے اقوال ذکر کئے ہیں جو جبر یہ محض جیسی تقدیر مانتے ہیں تو تقدیر کا بیان صرف مولوی کا ذمہ نہیں اور خالص اسلامی نہیں بلکہ یہ مسئلہ عقلی بھی ہے۔ بلحاظ اسلام بلحاظ فلسفہ اور عقل بھی اس کا بیان ضروری ہے۔ انشاء اللہ دوسرے موقع پر اس کا بیان ہوگا۔

اس دورِ ظلمات میں آپ کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے ۹۹ فیصد دنیا محبت مال میں مصروف ہے طلب دین عموماً ترک ہوچکا ہے بلکہ طلبۂ دین کے ساتھ تمسخر ہوتا ہے۔ اور ہر دور حاضر کی تخصیص نہیں۔ دنیا پرستوں نے

ہمیشہ سے علماء وطلباء دین کی تضحیک کی ہے ۔ منافقین نے صاف کہا :

انؤمن کما آمن السفہاء ۔ ہم ایسا ایمان لائیں جیسا کہ بے وقوف لاتے ہیں ۔

تو عہد نبوت کے منافق صحابہؓ کو بے وقوف کہا کرتے مگر خدا کی فہرست میں وہ اعقل العقلاء ہیں ، حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد ہے : اولئک اعمقھم علماً وایماناً ۔ صحابہؓ تمام لوگوں میں زیادہ عقلمند اور سمجھدار تھے ۔

الغرض یہ چودہ سو سال کا پرانا طعنہ ہے بلکہ اس سے بھی پرانا جو دنیا پرست اور عشاق مال نے دینداروں کو دیا ۔ ایسے لوگوں کو جن کو اللہ نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا تمغہ دیا جو دنیا وما فیہا سے بہتر تمغہ ہے اور کروڑوں اربوں پر نہیں مل سکتا ۔۔۔ تو الحمد للہ کہ اس جماعت علماء کے ساتھ وہ معاملہ ہو رہا ہے جو صحابہ رسول سے ہوا ۔

فضیلتِ علم کا نہایت اہتمام سے اعلان | اس آیت میں علمِ دین کی فضیلت اس سادہ اور موثر انداز میں بیان ہوتی ہے کہ کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا اگر صدر ایوب سے کروڑوں اربوں زیادہ قوت و اقتدار رکھنے والا خالق و مالک کوئی بات کہہ دے تو اس کے ماننے کے لئے سرے سے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ لوگ بلا دلیل اُسے دل پر نقش کریں گے ۔ مگر یہ مضمون اہم تھا اس لئے بڑی اہمیت سے اس کا اعلان بھی کر دیا گیا حکومت بعض کاموں کا پہلے سے اعلان نہیں کرتی مگر بعض کاموں کا قبل از وقت اعلان کر دیا جاتا ہے ۔ مثلاً ون یونٹ یا منگلا اور تربیلہ کی اسکیم کا پہلے سے اعلان ہوا کہ حکومت کی نظر میں یہ چیزیں بڑی اہم تھیں ۔ تو دو قسم کے امور ہوتے ہیں :

۱۔ امورِ اعلانیہ   ۲۔ غیر اعلانیہ

پہلی قسم کے امور دوسرے سے بہت اہم ہوتے ہیں ۔ پھر قرآن کی ایک اصطلاح ہے کہ اہم مباحث کے آغاز میں لفظ قل ہوتا ہے کہ اے رسول یہ اعلان کر دے تو جن مضامین کا آغاز "قل" سے ہو تو وہ مملکت کے اہم ترین مقاصد اور مہمات مسائل میں سے ہوں گے کہ پیغمبر کی زبان سے اس کا ذکر کر دیا جاتا ہے ۔ تو ان آیات میں بھی فرمایا گیا اے پیغمبر اعلان کر دو کہ کیا عالم اور غیر عالم برابر ہیں ۔ ؟ قطعاً نہیں ۔

۱۔ تو پہلا نکتہ یہ ہوا کہ علم کی فضیلت اہم عند اللہ ہے ۔   ۲۔ دوسرا نکتہ قرآن کا عمومی انداز ہے کہ بعض مقامات پر نفسِ مضمون امر یا نہی ہوتا ہے اس کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ نہیں ہوتی یعنی احکام دو قسم کے ہوتے ہیں توبیخی اور غیر توبیخی ۔ تو بیخی احکام میں حکم کے بیان کی مخالفت کرنے والے کی سرزنش ہوتی ہے تاکہ وہ عمل کیلئے آمادہ ہو تو اس آیت میں قل کے بعد لفظ ھل ہے ۔ جو استفہام انکاری توبیخی ہے ۔ یعنی ایسے لوگ ہرگز ہرگز برابر نہیں ہو سکتے اور جو برابر سمجھیں گے وہ قہرِ خداوندی کے حقدار ہیں کہ علم کی فضیلت اللہ کے ہاں نہایت مؤکد و محکم مضمون ہے ۔

۳۔ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ علماء بیان کا کہنا ہے کہ الکنایۃ ابلغ من الصریح۔ اور یہاں علمِ حصول کا کنایۃ مراد ہے علم بیان کا نہیں۔ تو ایک مضمون کنایۃ میں بیان کرنا زیادہ بلاغت رکھتا ہے تو خدا نے دریافت کیا کہ آیا عالم و غیر عالم برابر ہو سکتا ہے؟ تو استفہام کی شکل میں مساوات کی تو نفی کر دی۔ اب اس کے بعد دو صورتیں ہو سکتی ہیں کہ یا تو عالم غیر عالم سے بڑھ کر ہو یا غیر عالم سے اونچا ہو مثلاً کہا جائے کہ زیدٌ و عمرٌ لا یستویان۔ زید اور عمر برابر نہیں ہیں تو یا زید زیادہ ہوگا یا عمر اسی طرح ہو سکتا تھا کہ لایعلمون۔ یعلمون پر سبقت لے جاتے مگر ایسا ہونا خدا کے نزدیک بداہت سے انکار تھا۔ اور یک ایسا امر تھا کہ کوئی دو ٹانگوں والا انسان جو انسانی کھوپڑی رکھتا ہو اس میں جزء لایتجزیٰ جتنا عقل بھی ہو جاہل کو غیر جاہل سے بہتر نہیں سمجھے گا۔ تو قرآن کریم نے اس مسئلہ کے بدیہی ہونے کے لئے کنایۃ کا انداز اختیار فرمایا کہ عالم کو غیر عالم پر فضیلت صرف قرآن کے نزدیک نہیں بلکہ عقل کا بھی تقاضا ہے تو جس میں عقل ہو وہ ایسا ہی سمجھے گا۔ اس لئے وہ خود تصریح نہیں کرتا کہ یہ چیز تو مخاطب کو خود متحقق ہے۔ تو گویا یہ مضمون تعبیر عام کی شکل میں ایسا بیان ہوا جیسے کہا جائے کہ الواحد نصف الاثنین۔ (ایک دو کا آدھا ہوتا ہے) یا مثلاً دو دونے چار (۲×۲=۴) آج ایسا بدیہی مسئلہ نظر نظریات بن چکا ہے۔

۴۔ چوتھا نکتہ یہ ہے کہ آیت میں یعلمون اور لایعلمون کا مفعول ذکر نہیں ہوا حالانکہ فعل، متعدی ہے تو وہ چیز کیا ہے جو پہچانی جاتے یا نہ پہچانی جائے؟ تو مفعول کے حذف ہونے میں بھی علماء کا بیان ہے کہ اس بداہت کا اظہار مقصود ہے۔ کہ وہ چیز تو سب کو معلوم اور مسلم ہے کہ یعلمون الدین والذین لایعلمون الدین۔ (جو دین کو پہچانتے یا نہ پہچانتے ہوں۔) تو آیت میں علماء دین کی فوقیت ہے جمیع اولادِ آدم پر اور گویا اس کے لئے تو مفعول خود بخود متعین ہے۔

پھر قرآن خود اپنی تفسیر کرتا رہتا ہے۔ القرآن یفسّر بعضہٗ بعضاً۔ تو خدا نے سورۃ روم میں علم کی تفسیر بھی خود فرما دی۔ روم قدیم اصطلاح میں سارے یورپ کا نام تھا، اب صرف اٹلی ہے۔

علمِ حقیقی کیا ہے۔؟

اب ان کو لایعلمون کیسے کہا گیا، حالانکہ وہ ایٹم بم، ہائیڈروجن بم بنا رہے ہیں۔ چاند کی تسخیر کی مگر پھر بھی لایعلمون کہا گیا تو تعجب کی بات ہے۔ اللہ تعالےٰ کے علم میں تھا کہ وہ ترقی کریں گے چودہ سو سالہ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کو کف دست کی طرح حاصل تھا۔ تو پھر بھی لکن اکثر الناس لایعلمون۔ فرمایا تو آگے اس کی تشریح بھی کر دی اور تصریح کر دی کہ؛ یعلمون ظاھراً من الحیوۃ الدنیا وھم عن الآخرۃ غافلون۔ دنیا کا ظاہر تو جانتے ہیں مگر زندگی کے مغز اور روح سے بے خبر ہیں۔ تو دنیا کے علم کو علم نہیں کہا جا پھر ظاہری علم کے باوجود خدا نے لایعلمون کہہ کر بتلا دیا کہ اللہ کی نظر میں علم کا مفہوم متعین ہے۔ کہ دین ہی اور حقیقت کا علم ہی اللہ کی نظر میں علم ہے۔ اور اللہ کی نگاہ میں ظاہری علم کالعدم ہے وجود کالعدم

۴۔معلومات کاملہ وناقصہ اور معلومات دو قسم ہیں ناقص اور کامل ہر ناقص معلوم کامل معلوم کے مقابلہ میں صفر ہے۔ دنیا کے سارے علوم ایک کھوپڑی میں جمع نہیں ہوسکتے کہ ڈاکٹری انجینئری ۔ اگریکلچرل سب میں کامل ہو تو دنیا کے سارے علوم کا ثمرہ اور نتیجہ ـــ دنیا ـــ ہے۔ اور دنیا کا کل کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا کہ سارے عالم کی ڈگریوں کے بدلے سارا کرۂ ارضی اس کو دے دیا جائے اور اسکی تنخواہ دس لاکھ ہو پھر بھی یہ دنیا کا کل نہیں جزء ہے دنیا تو بڑی وسیع ہے اس وقت دنیا کی آبادی ۳ ارب ہے ۔ساری دنیا ان سب پر تقسیم ہے تو یہ شخص ضلع صوبہ گاؤں کا امیر بن جائے تو بھی ایک جزء حقیر کا مالک ہے اور اگر کل دنیا کا مالک بھی بن جائے تو خدا نے کل دنیا کو بھی ـــ متاع الدنیا قلیل ـــ کہا ہے کہ متاع دنیا بہت تھوڑی ہے۔ اور علم دین کا بدلہ آخرت اور جنت ہے۔ فللّٰہ الآخرۃ والاولیٰ ـــ وہی دونوں جہانوں کا مالک ہے ۔ اب ان دونوں میں قیمتی کونسا ہے ؟ تو ایک کو تو ـــ متاع الدنیا قلیل ـــ کہا گیا اور عالم آخرت کے بارہ میں فرمایا :

اذا رأیت ثم رأیت نعیماً و ملکاً کبیراً جب آپ آخرت کی زندگی دیکھیں تو ایک عظیم ملک کبیر اور نعمتیں دیکھو گے ۔

جنت کے بارہ میں مولانا محمد قاسمؒ کا مقولہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا ایک مقولہ یاد آتا ہے کسی نے پوچھا مولانا جنت کی زندگی کیسی ہے ؟ فرمایا چھوٹی خدائی ہے ـــ خدا کسے کہتے ہیں : فعّال لما یشاء و یحکم ما یرید کو کہتے ہیں کہ جو چاہے ہو جائے اور جو ارادہ ہو اسے نافذ کر سکے اور دنیا میں امریکہ روس وغیرہ کسی کے بس میں نہیں ۔ کہ جو دل میں چاہے وہ ہو جائے ویٹ نام کو شکست دینا چاہتا ہے ہوتا نہیں ـــ اور وہاں قرآن کہتا ہے ۔ ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون ۔ وہاں جو تمہارا دل چاہے گا ملے گا اور جو بھی زبان پر آجائے وہ بھی ملے گا اور تمہارا دل اور عقل تو ناقص ہے تو جو بھولا ہو اور پھر کسی وقت یاد آجائے جب بھی جی چاہے مل جائے گا ۔ اور یہاں جو چاہا کہ ایک سیکنڈ زندگی بڑھ جائے آدم سے لیکر اب تک ایک سیکنڈ تک کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا اور اگر شبہ ہو کہ دل تو خواہشات ناجائز بھی چاہے گا ۔ تو یہ نفس ـــ بعد العذاب یا قبل العذاب نفس مطمئنہ بن جائے گا وہ آخرت اور جنت کا معاملہ ہے وہاں پاک نفوس ہوں گے ،نفس پاک خواہش پاک یہاں تو نفس امارہ بالسوء اور لوامہ ہے وہاں مطمئنہ ہوگا ۔

نزلاً من غفور الرحیم سب کے سب اللہ کے مہمان ہوں گے ۔مفسرین دو نکتے بیان کرتے ہیں کہ جو نعمت استعمال کریں گے وہ عظمت اور بلندی کی آخری سرحد تک ہوگی ، دوسرا یہ کہ اگر کسی کا بہت زیادہ مال ہو مگر مہمان نہ ہو تو مہمان کے مقابلہ میں اس کو کم راحت ہوتی ہے ۔صبح نوکر سے سامان بازار سے منگوائے گا ۔ گوشت لاؤ چاول لاؤ برتن کا نظم کرو ۔ باورچی سے پکواؤ ، دردسر سے فارغ نہیں ہوگا ۔ مگر مہمان کے ذمہ کچھ بھی

دردِ سر نہیں، اب اگر میزبان بھی بادشاہ اور احکم الحاکمین ہو تو پھر انتظام کا ذرا بھی دردِ سر نہیں مہمان کے ذمہ کچھ نظم نہیں، پاؤں پھیلائے بیٹھا ہے کہ تیار آئے گا۔

جنّت کا لب لباب | اور رسالہ قشیریہ میں امام ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں کہ لب لباب اس زندگی کا یہ ہے کہ غنی لافقر و شبابٌ لاهرمَ وصحة لامرض وحیات لاموت — چار مثبت چیزیں چار منفی ہیں (غنی ہے فقر نہیں جوانی ہے بڑھاپا نہیں صحت ہے بیماری نہیں زندگی ہے موت نہیں) تو یہ دینی علوم اور دینی تعلیم کا صلہ اور ثمرہ ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا دنیوی علوم کی ڈگریوں کا اتنا اور ایسا انعام مل سکتا ہے اس لئے علمِ دین کا فائدہ اکمل اور علم دنیاوی کا ثمرہ — النقص — ہے۔ اور تنزیل الناقص بمنزلۃ المعدوم عام قاعدہ ناقص کو معدوم ہی سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی بھنگی کو عالم نہیں کہتا حالانکہ علم بمعنی دانستن اس کو حاصل ہے۔ صفائی کا علم اسکو ہے کہ کیسے جھاڑو مارنا ہے کہاں پھینکنا ہے۔ کچھ فہم و فراست تو اس کو حاصل ہے۔ پاگل تو خاکروب نہیں ہو سکتا، اسی طرح موچی کو عالم نہیں کہہ سکتے۔ اسے بھی علم حاصل ہے۔ پی۔ایچ۔ڈی اور سی ایس پی کو بھی دنیا کی نوکری ملتی ہے مگر اوّل الذکر دونوں کو وہ بھی عالم نہیں کہہ سکتے وہ سمجھتے ہیں کہ اونچا فائدہ ہو تو وہ علم ہوگا تو گویا پی ایچ ڈی والوں نے بھی مان لیا کہ النقص کو عالم نہیں کہیں گے۔ ایک آیت بھی قرآن ہے اور کل بھی قرآن ہے۔ مگر ایک آدمی سے پوچھا جائے کہ آپ کے گاؤں میں کتنے حافظ ہیں۔ وہ صرف ان کا ذکر کرے گا جس نے مکمل قرآن یاد کیا ہو حالانکہ ایک پارہ والا بھی حافظ ہے۔ اور شرعاً ان پر قرآن کے حافظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ مگر کل کے مقابلہ میں ناقص صفر ہے۔ اس لئے خدا نے دنیا کے علم کا نام تک نہ لیا کہ اس کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔

فرمایا: هل یستوی الذین یعلمون — الدین — والذین لایعلمون (الدین) — جب اس کے مقابلہ میں دنیا کا علم صفر ہے تو اس کے نام لینے کی کیا ضرورت ہے۔

۵۔ خدا کے ہاں معیارِ فضیلت | آج بعض نسب کو سب کچھ سمجھتے ہیں بعض دولت کو بعض مال کو بعض حکومت اور اقتدار کو تو خدا نے فضیلت کا معیار نہ نسب بنایا نہ مال نہ حکومت نہ دولت بلکہ معیار صرف علم دین ہے۔ اگر وہ حاصل ہو تو اس سے کوئی برابر نہیں ہو سکے گا خواہ سارے روئے زمین کا بادشاہ کیوں نہ ہو ورنہ خدا نے آیت میں استثناء کیا ہوتا کہ — سوی الامراء والحکام — یہ خدا کا اٹل فیصلہ ہے۔ اس کا ظہور برزخ میں اور آخرت میں ہوگا۔

پھر جو بھی علماء کی فضیلت کا انکار کرتا ہے وہ اگرچہ دو پاؤں رکھتا ہے مگر درحقیقت وہ چار پاؤں کیطرح ہے۔ مجنون ہے یا پاگل ہے۔ شکل سے انسان مگر درحقیقت حیوان ہے۔

تذکر اولوالالباب کے تین نکتے | اس لئے کہ پھر فرمایا: انّما یتذکر اولوالالباب۔ اس میں تین نکتے

معاً بیان ہوتے ۱۔ انمّا حصر کا کلمہ ہے کہ اس مضمون کو خاوندان عقل ہی سمجھتے ہیں لفظ انما کہا کہ جو عالم کو تمام دنیا والوں پہ برتر سمجھے وہی اولوالالباب ہے ورنہ وہ عقل سے عاری اور بے وقوف ہے اور ان کے حصر کا یہی تقاضا ہے کہ تذکّر ہو تو عقل ہے نہ ہو تو عقل نہیں۔ ۲۔ بظاہر مناسب یہی تھا کہ انمّا یعلمہ کہا جاتا مگر علم کا لفظ نہیں کہا بلکہ قرآن نے تعبیر تذکر سے کیا اور یہ کئی آیتوں میں ہے۔

— تو محققین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو ازل میں کہا تھا۔ الست بربّکم۔ ؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو سارے دین کا لب لباب۔ میثاق الست میں جمع ہے۔ میثاق ازل کل صفات ربوبیت اور کل احکام تشریعی اور تکوینی کو جامع ہے اور یہ اقرار ربوبیت اقرار دین ہے، تو دین کا اقرار عالم ارواح میں لیا گیا اور ابوہریرۃ کی روایت ہے مسلم و بخاری میں ہے کہ — کل مولود یولد علی الفطرۃ — ہر بچہ اپنی فطرت صحیحہ پہ پیدا ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ دین کے جو اصول ہیں وہ ہر انسان کی رگ رگ میں فطرۃً پیوست ہیں یہ صرف حدیث سے نہیں قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ فطرۃ اللہ الّتی فطر الناس علیہا۔ میرے مقالہ " اسلام دین فطرت ہے " میں یہ مضمون مکمل بیان ہے۔

تو تذکّر کا معنی یادداشت ہے۔ بھولی ہوئی بات کو دوبارہ یاد کرنا۔ فذکّر ان نفعت الذکرٰی۔ قرآن کو ذی الذکر کہا — والقرآن ذی الذکر۔ تو معلوم ہوا کہ علماء اور انبیاء کا بیان کرنا پڑھانا نہیں بلکہ یاد دلانا ہے پرانی بات کا۔ تو اس لئے تذکر کہا۔ علم نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن نئی چیز کو فطرت پہ نہیں ٹھونستا۔ وہ چیزیں جو انسان کی فطرت میں ڈالے گئے ہیں انہیں یاد دلاتا ہے۔ انمّا یتذکر اولوالالباب۔ بات نئی نہیں بلکہ پرانی بات ہے۔ اُسے یاد رکھنا عقلمند کا کام ہے۔ یہ بات بھی نئی نہیں کہ عالم کا درجہ افضل ہے قرآن قدیم فطرت پر استقامت کی تلقین کرتا ہے تو عالم کا غیر عالم پہ افضلیت ایک فطری چیز ہے۔ قرآن نے صرف اسے یاد دلایا ہے۔

۳۔ عقل خالص پھر اولوالالباب کہا۔ اولوالعقول، اولوالنفوس، اولوالافکار نہیں کہا۔ تو " لب " عربی میں مغز کو کہتے ہیں مگر قرآن کی اصطلاح میں — العقل الخالص عن مداخلۃ الوھم والشھوۃ — وہم اور شہوت اندازی کے دخل سے جو عقل پاک ہو اُسے عقل کہا جائے گا۔ تو یورپ والے اولوالعقول تو شاید ہوں گو میرے نزدیک یہ بھی محلّ نظر ہے۔ مگر اولوالالباب ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی ساری عقل خواہش نفس کے ماتحت ہے۔ اور الباب میں حریّت عقل کیطرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ وہم اور شہوت کی بندشوں سے آزاد عقل عقل ہے۔ جو ایسا نہیں تو وہ عقلمند نہیں تو اب جس کا فیصلہ اس کے خلاف ہو تو وہ اللہ کے ہاں عقل والا نہیں۔ اور اگر وہ اس دعوے کا ابطال کرے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابطال اسکی وجہ سے ہے۔ دلیل نہیں بن سکتا۔

اللہ کی نظروں میں عزت کافی ہے

میں جب ریاست قلات میں وزیر معارف تھا تو ایک بھنگی جس کا نام اللہ کلہ

تھا۔ تو ایک دفعہ ایک عالم نے مجھے کہا کہ لوگ ہمیں حقیر سمجھتے ہیں میں نے پوچھا کہ خالق ۔؟ تو کہا کہ اس کے ہاں تو عزت ہے۔ اور آیت یرفع اللہ الذین آمنوا والذین اوتوا العلم درجات تلاوت کی تو میں نے کہا کہ خالق اور خلق میں کتنا فرق ہے۔ کہا بے حد۔ میں نے کہا کہ رام کلہ (بھنگی) اور لیاقت علی خان (اس وقت کے وزیر اعظم) کے درمیان جو فرق ہے اس سے تو زیادہ فرق ہے۔ کہا کہ لا محدود فرق ہے۔ اور یہ دونوں تو حیوانِ ناطق اور انسانیت میں شریک ہیں اور خداوند تعالیٰ تو ساری کائنات سے برتر ہے۔ انسان اور خدا کے درمیان تو کوئی اشتراک ہے ہی نہیں۔ تو میں نے کہا کہ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ اس وقت کے وزیر خزانہ غلام محمد کی قدر و عزت لیاقت علی خان کے دل میں ہے۔ اور اس بھنگی رام کلہ کے دل میں بالکل نہیں۔ وہ وزیر خزانہ کو کچھ نہ سمجھے مگر لیاقت علی کے ہاں اسکی قدر ہے، تو کیا رام کلہ کی بے قدری سے غلام محمد پر اس کا اثر پڑے گا۔؟ بالکل نہیں رام کلہ جیسے ہزاروں لوگ اُسے معزز نہ سمجھیں تو کیا ہوگیا۔

—— تو اللہ رب العالمین کے ہاں اگر کوئی معزز ہے۔ تو ایسے ہزاروں رام کلے اگر مولوی کو حقیر سمجھیں تو کیا اثر ہو سکتا ہے۔؟

وراثتِ نبوت | علامہ ابن عبد اللہ کی کتاب العلم میں آیت: ثم اورثنا ھا ۔ کے ذیل میں کلام کیا ہے وراثتِ نبوت پر —— مثلاً ایک شخص بدون الایام المنہیہ مسلسل روزے رکھے اور اوقاتِ مکروہہ کے علاوہ ہر وقت نماز پڑھے کفاف اور قوت لایموت کے علاوہ سب کچھ اس کی راہ میں لگا دے تو پھر بھی اُسے وارث الانبیاء نہیں کہہ سکتے۔ وارث کا درجہ اسسٹنٹ کا ہے، اور پیغمبر کا درجہ صدر کا ہے۔ وارث نبی کا نائب ہوا۔ اگر ایک شخص سارے کرۂ ارضی کا مالک ہو اور بادشاہ ہو مگر عالم نہ ہو تو وہ وارثِ نبی نہیں، خدا کے بعد نبی کا درجہ ہے اور پیغمبر کے بعد باجماع قرون ثلثہ و کتاب و سنت علماء دین کا عہدہ ہے۔

اتنا ارادہ نہیں تھا مگر حضرت تھانویؒ کے ایک فقرہ پر تقریر ختم کروں گا۔ دیکھئے ہم انگریزی تعلیم کے خلاف نہیں ہیں۔ یہ ایک غلط الزام ہے علماء پر مگر اس تعلیم سے لگی ہوئی خرابیوں کے خلاف ہیں۔ انگریزی تعلیم سے جو غلط افکار و عقائد اور عمل کے جو نقصانات آتے ہیں اس کے خلاف ہیں۔

دنیوی علوم کی تحصیل بھی فرض کفایہ ہے | حضرت شاہ عبدالعزیز نے فتاوی عزیزیہ اور مولانا عبدالحئی نے مجموعۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ انگریزی زبان اور ہر زبان اور علم کی تحصیل جائز ہے۔ اور ہر قسم کا کسب زراعت وغیرہ سیکھنا تو بتصریح امام غزالیؒ کما فی احیاء العلوم فرض کفایہ ہے۔ موچی، درزی کا کسب بھی فرض کفایہ ہے۔ اگر سب اسے ترک کردیں تو جوتے کہاں سے کپڑے کہاں سے روٹی وغیرہ کہاں سے ملے ؟

تو دنیاوی علوم مصنوعات تو کیا ہوں اسلام میں فرض کفایہ ہیں مگر اس انگریزی کے مفاسد اور تباہیوں کے خلاف ہیں۔ مولانا تھانویؒ سے کسی نے کہا کہ بچے کو کالج میں داخل کرتا ہوں۔ فرمایا کالج میں یا فالج میں۔ تو جسطرح فالج بدن

کی حرارت اور خون کو خشک کر دیتا ہے۔ تو یہ کالج بھی ایمان کی حرارت کو خشک کر دیتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے سچ کہا کہ علماء نے قربانیاں دیں۔ مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبوت کروڑوں مسلمانوں کے سینہ پر ایٹم بم کیطرح گرا۔ غریب کسانوں نے جان قربان کر دی مگر انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ عموماً ٹس سے مس نہ ہوا بلکہ مرزائی افسر کو سلام و خوشامد کرتا رہا اور مولوی کو تنگ نظر کہتا رہا۔ پھر اس شخص نے کہا کہ اسلامیہ کالج میں داخل کر دوں۔ فرمایا نہیں ہندو کالج میں! اور کچھ عرصہ بعد آیا تو کہا کہ میرا بیٹا علی گڑھ کالج میں دھریہ تھا اور دوسرے کالج میں داخل ہوا تو اس کا عقیدہ درست ہو گیا اور پکا نمازی بن گیا اب ان کے مشورے پر سمجھا کہ اس میں کیا حکمت تھی۔؟ کہ وہاں اسلامی نام تھا۔ سب مسلمان تھے یہاں ہندو سے سابقہ پڑا تو ہندو جتنا باطل پر مضبوط ہوا اسکی اسلامی غیرت اسے اتنا ہی حق کی مدافعت اور حق پر مداومت پر مجبور کرتی رہی۔

ریل کے سیکنڈ کلاس میں عموماً چھ سیٹ ہوتے ہیں۔ ہندو دور میں عموماً آدھے سیٹوں والے نماز پڑھنے تھے اب ایسے ڈبوں میں عموماً میں اکیلا نماز پڑھتا ہوں، پانچ بے نمازی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ پاکستان حاصل ہوا اور اب ہندو سے مقابلہ نہیں ہے

ونذیمہم وبہم عرفنا فضلہم وبضدها تتبین الاشیاء

تو علم دین حاصل کرو تو تعلیم بھی مفت اور سب کچھ مفت۔

اہل علم پر اللہ کے دنیوی احسانات یہاں دارالعلوم حقانیہ میں آکر پڑھو تو روٹی مفت استاذ مفت کتاب مفت۔ کچھ خرچ نہ ہوگا۔ فوج نے بھی دارالعلوم حقانیہ کی سند کو تسلیم کر دیا۔ تو معلوم ہوا کہ عالم دین بننے پر آٹھ آنے نہیں لگتے اور علم دنیا پر اوسطاً آٹھ ہزار روپیہ ماں باپ بی۔ اے کروانے پر لگا دیتے ہیں۔ پھر تمہارے علم کا نفع یقینی ہے۔ کہ اسکی سند خدا نے قرآن و سنت میں جنت دی ہے، گویا خدا سے تم نے رجسٹری لکھوالی۔

ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ الآیۃ۔ اور فرمایا کہ: وعداً علیہ حقاً فی التوراۃ والانجیل۔ یہ عہد ہے خدا کا پھر جب دوران علم میں مرا تو شہید ہو گیا۔ اور زندہ رہ کر عالم بنا تو وارث انبیاء ہوا اور دنیا کی تعلیم میں ان سب کا کوئی امید نہیں۔ دوران تعلیم مرا تو دنیا و آخرت دونوں ضائع ہو گئے اور زندہ رہا تو پھر بھی ضروری نہیں کہ ڈگری بھی ہے۔ پھر ملازمت بھی متعین نہیں۔

علماء کی غیبی کفالت اگر علماء کو عموماً کوئی نہ کوئی مشغلہ مل جاتا ہے، عالم ہے خطیب ہے مدرس ہے امام ہے۔ کوئی واعظ ہے، مبلغ ہے۔ تو کوئی ملا بیکار نہیں فضلاء مدارس کتنے بے کار ہیں۔؟ اور انگریزی خوان کتنے بے کار ہیں۔ فہرست بنا لو تو انگریزی والے ستر فیصد ہوں گے اور علماء و فضلاء پانچ فیصد ہوں گے۔ اس میں غیبی ہاتھ ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام میں دست غیب بھی تھا۔ خدا کی مرضی تھی۔ تو سارا ملک خلاف تھا۔ مگر خدا نے بنوا دیا۔ مولانا

محمد قاسم سے بنوایا تو مولانا یعقوبؒ نے کہا کہ اچھا کیا مدرسہ تو بنا یا گیا مگر انہیں کھانا کہاں سے ملے گا۔ فرمایا صبح جواب دوں گا صبح کہا کہ میں نے مراقبہ کیا تو معلوم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند میں جس نے بھی علم حاصل کیا اور اس کی شاخوں مثلاً دارالعلوم حقانیہ وغیرہ بھی حضرت کا مراد مسلک کے سارے مدرسے تھے اور اس کے مطابق عمل بھی کیا۔ تو اللہ نے اس کے ضروری رزق اور باعزت طور پر گذر اوقات کی ذمہ داری لے لی۔ اور ہم نے تو اس کا ذاتی تجربہ کیا میرے آباء و اجداد کی حالت یہ تھی کہ ان کے بارہ گاؤں سید احمد شہید کے جہاد میں چلے گئے احمد شاہ کی دستاویز موجود ہیں۔ میرا جو تھوڑا سا حصہ تھا وہ میں نے بیچ دیا اور حج کے لئے روانہ ہوا کسی نے کہا چڑیا بن گئے اب کون سے گھونسلے میں ہو گے گھر ایسا کہ رشتہ داروں کے لحاظ سے عدم کے برابر تھا وہ حالت تھی اور پھر عمر بھر ملازمت کی درخواست نہیں کی ملازمت آگئی کہتی ہے کہ مجھے قبول کر دو اور خدا نے ایسی وجاہت دی گیارہ سال مسلسل چار ریاستوں کی وزارت کی انتظام بہترین طریقہ سے کہ خیال بھی نہ تھا۔ پھر استعفاء دیدیا۔ اور دینی جوش میں کہ ون یونٹ سے پہلے میرا فیصلہ شرعی ہوتا تھا کسی کو اس پر رٹ کا حق نہ تھا اور جب رٹ کا حق دیا گیا تو ہم نے چھوڑ دیا اور اب پھر ملازمت پر مجبور کر دیا گیا۔ (غالباً بہاولپور یونیورسٹی میں تھے۔) اور دو ہزار ماہوار مقرر کر دیئے۔

آپ کے مولانا (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ) آپ کے سامنے ہیں ان کی جو باعزت زندگی اور گذران ہے کسی گورنر کی ایسی نہیں۔ دیوبند میں اور قلات میں جمعہ کی رات اتنے طلبہ آجاتے کہ کچھ خدمت کریں اور قلباً اس خدمت کو جنت کا ذریعہ سمجھتے اور یہاں یہ سینکڑوں جو ہیں اور تمہیں حضرت شیخ الحدیث صاحب سے جو اخلاص و محبت ہے وہ صدر ایوب کو حاصل نہیں وہ تعلق اغراض پر مبنی ہے، لالچ پر ہے، اس طرح اور حضرات دیوبند کی زندگی اور عزت کا حال ہے۔

— تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ انگریزی خوان بی۔اے ہو گیا تو لمبا اوقات صرف اپنا خرچ کیا ہوا پیسہ واپس کر دیگا ورنہ کچھ نہیں اور علم دین کے علم قلیل کا بھی اثر ہے کہا کیسے فرمایا کہ قلیل وہ ہے جو ایک گھنٹہ میں سیکھا جا سکے۔ اگر ایک شخص غبی ہو تو پھر بھی ایک گھنٹہ میں اذان سیکھ لے گا۔ سیکھ لیا، چلو مؤذن ہو گیا اور روٹی چل پڑی۔ بی۔اے چودہ سال تعلیم حاصل کرے گا۔ پھر ملازمت بمشکل ملے گی تب تنخواہ جاری ہو گی اور مؤذن نے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا نعرہ بلند کیا۔ اور روٹی جاری ہو گئی۔

بہر حال لوگ جب علم دین کی توہین کریں گے اس وقت علم دین کے حصول کی قدر و عظمت بڑھے گی اور جب قدر و عزت ہو لوگوں میں، تو اخلاص میں فرق آجائے گا یعنی رضائے الٰہی کی طلب میں ریا و عجب کی آمیزش ہو تو اخلاص اور اجر میں فرق آجائے گا اور جب لوگوں میں بغض اور تحقیر ہو تو ایسے دور میں تحصیل علم کی عنداللہ اجر قدر کے زمانے کے سوا افراد کے برابر ہو گا کہ قدر نہیں پھر بھی زندگی وقف کر لی۔

طالب العلم کا جذبۂ حصول علم | حضرت شاہ عبدالعزیزؒ دہلی میں جب درس دیتے بارش کا موسم تھا شدید بارش۔ ایک دفعہ ایک طالب العلم جو پانچ چھ میل سے آتا تھا نہ آیا۔ حضرت شاہ صاحب نے انتظار کیا، درس ملتوی کردیا کہ نہیں وہ ضرور آئے گا۔ کچھ دیر بعد طالب العلم کتاب گھڑے میں ڈالے ہوئے سر پہ گھڑا الٹا رکھ کر آیا کہ کتاب بارش سے بھیگ نہ جائے۔ اسی طرح پھر واپس پانچ میل جاتا۔ شاہ صاحب کے فارغ ہونے کے بعد کہا کہ حضرت میرا نہ آنا دو وجہوں سے ہوگا یا تو موت یا مرض قریب الی الموت۔ آہ! انگریزی تعلیم کے اثرات نے یہ جذبۂ علم بھی ختم کردیا۔

دینی طالب کی ذہانت کا موازنہ | شاہ عالم اس مدرسہ کی امداد کرتا تھا۔ انگریز ریذیڈنٹ اس مدرسے کے خلاف تھا۔ اس نے شاہ عالم سے ایک بار پوچھا کہ اس مدرسہ کے ساتھ کیوں امداد کرتے ہو تو شاہ عالم نے جواب دیا کہ اس لئے کہ لوگ دینی علم سیکھیں۔ پوچھا کیوں۔؟ تو جواب دیا کہ اس لئے علم دین سیکھ کر عقلمند بن جائے گا تو ایسی رعیت کا مجھے بھی فائدہ ہوگا۔ کہا کہ یہ طالب دین عقلمند ہوتا ہے۔ کہا ہاں تو اس نے امتحان لینا چاہا۔ تو انگریزی تعلیم کے کسی پروفیسر کو بلا کر پوچھا کہ اس شاہی تالاب میں کتنے پیالے پانی ہوگا۔ تین ایسے آدمی بلائے اور پوچھا تو سب نے جواب دیا کہ اس کا کیا اندازہ لگ سکتا ہے۔؟ پھر عربی مدرسہ کے کسی طالب العلم کو بلایا پھٹے پرانے بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس راستہ میں گذرتے ہوئے ایک طالب العلم کو بلایا پوچھا کہاں جارہے ہو کہا شاہ عبدالعزیزؒ کے مدرسہ میں اور مجھے جانے دو کہ میرا سبق ناغہ ہو رہا ہے بمشکل بلایا کہ شاہ صاحب پھر مجھے پڑھا دیں گے۔ پھر انگریز نے پوچھا کہا کہ میں مدرسہ عزیزیہ کا طالب العلم ہوں کہا اس تالاب میں کتنا پانی ہوگا اس نے فوراً جواب دیا کہ اگر پیالہ اس حوض کے برابر ہو تو ایک پیالہ اگر اس کے نصف ہو تو دو پیالے اگر اس کے چوتھائی ہو تو چار پیالے اسطرح حساب لگاتے جاؤ یہ ہے دینی طالب العلم کی ذہانت۔

—— تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی عمر بھی دراز کردے اور مجھے بھی صحت دے ہم دونوں ایک ہی مرض میں مبتلا ہیں۔ دنیا کی خواہش نہیں صرف یہی ہے کہ خدا دین کی خدمت کی توفیق دے کہ اس امانت کا کچھ حق ادا کرسکیں، یہ دارالعلوم سارے مغربی پاکستان کا روح رواں ہے۔ اور اسکی زندگی اسلام کی زندگی ہے اور پھر اس کا وجود پٹھانوں میں تو اور بھی عجیب ہے خدا اسکی حفاظت کرے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

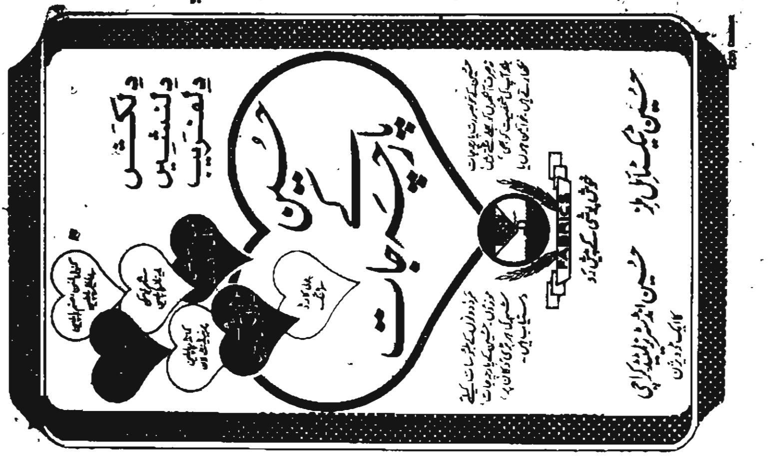

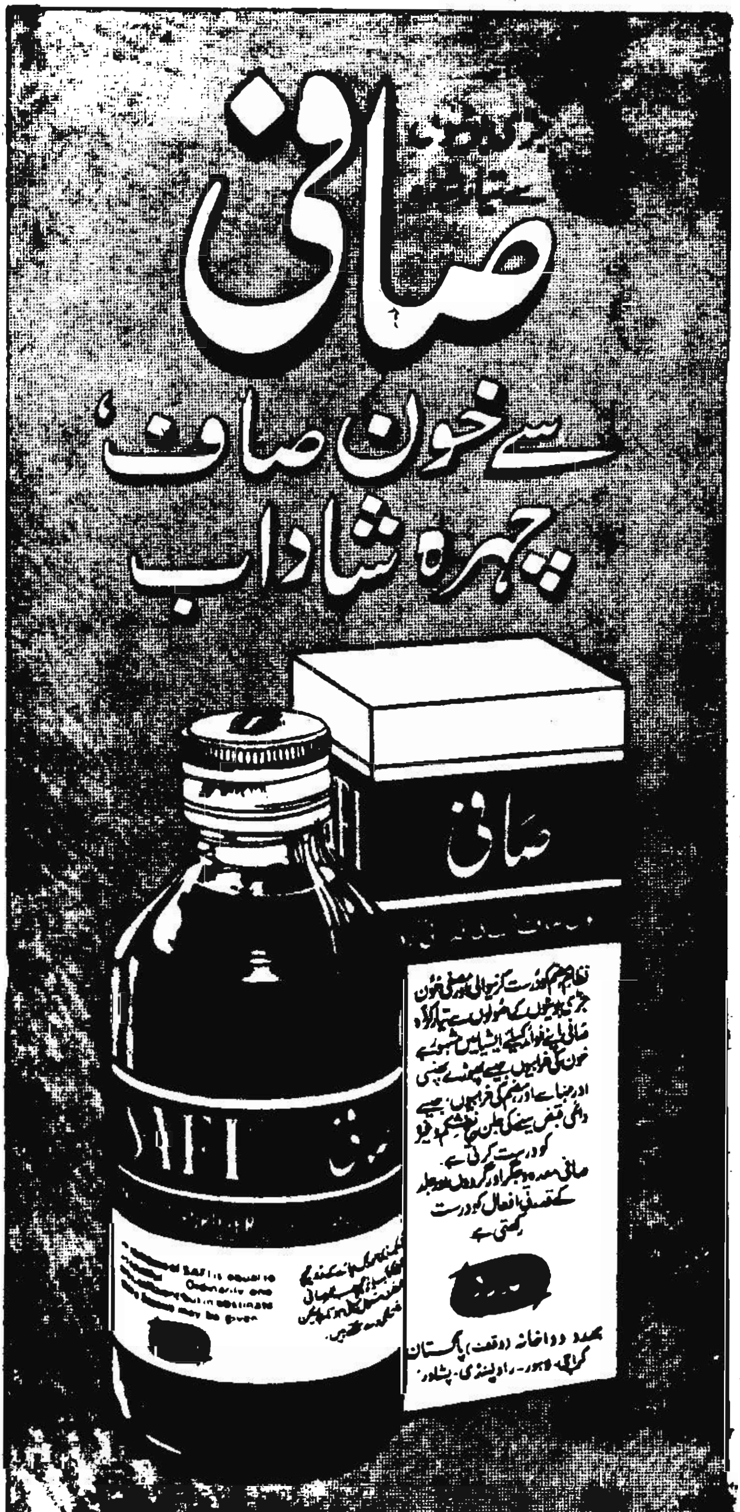

Adarts HSF-1/79